والدین اور اولاد

(از مولوی محمد حسن صاحب احسن گونڈوی متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

اولاد والدین کیلئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت اور خالق الکل کی طرف سے ایک گرانقدر اور انمول تحفہ ہے والدین خواہ کتنے ہی مفلس و قلاش بے زر و بے سرمایہ ہوں لیکن اگر قدرت نے انھیں اولاد جیسی بے بدل دولت دے رکھی ہو تو اپنے کو وہ دنیا کے خوش حال اور فارغ البال انسانوں میں سے شمار کرتے ہیں اور حقیقت میں ہیں بھی، ایک وہ شخص جو اولاد سے یکسر محروم ہے خواہ وہ کروڑپتی اور بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو لیکن اسکی زندگی تلخ اور مکدر رہتی ہے وہ بدنصیب اور بدقسمت انسان تصور کیا جاتا ہے اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ دل کی حرارت، طبیعت کا سکون، دماغ کی جولانی، بازو کی قوت رگوں کی حرکت جسم کا خون پژمردگی کی دوا اور ظفر و کامرانی، توقع و امید کی چلتی پھرتی جیتی جاگتی ہنستی کھیلتی تصویر ہوتی ہے جسے والدین رنج و غم درد و الم پر ترجیح دیتے ہیں اور جس کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی حقیر اور ایک مشت خاک سے بھی زیادہ وقعت نہیں رکھتی لیکن یہ منصوبے جبھی نکل سکتے ہیں کہ ان کی تعلیم و تربیت بات چیت صحبت و سنگت اور تمام طرز معاشرت کا لحاظ بچپن اور صغرسنی میں ہی کیا گیا ہو خدانخواستہ اگر اس میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیکر انھیں آزاد اور کھلے بندوں چھوڑ دیا گیا ہو تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہ کی گئی ہو تو والدین کے حق میں سم قاتل سے بھی زیادہ ضرر رساں ثابت ہوتی ہے خاندان پر نہ مٹنے والا بدنما دھبہ آجاتا ہے سوسائٹی میں قدر و منزلت گھٹ جاتی ہے شہر اور بستی کے طعن آمیز کلمات سنتے سنتے طبیعت اکتا جاتی ہے ایسی اولاد سے بہتری اور بھلائی کی امید رکھنا سراب کو پانی خیال کرنیکے مرادف ہوتا ہے ان کے سامنے اصلاح کے تمام دروازے بند ہوجاتے ہیں ان کی سمجھ میں بجز فیصلہ خضر (حتی اذا لقی غلاماً فقتلہ) کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی حقیقت بھی یہی ہے کہ جب وقت نکل گیا تو سوچی کیا سکتا ہے مقولہ ہندی۔ اب پچھتائے کیا ہووت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت

سر چشمہ باید گرفتن بمیل + چوں پر شد نشاید گرفتن بہ فیل

غرضیکہ والدین طبیعت مسوس کر اور حسرت و یاس کے ہاتھ ملکر رہ جاتے ہیں۔

ماں کا فرض | قدرۃً بچوں کا لگاؤ بہ نسبت باپ کے ماں سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں باپ ضروریات زندگی کی مجبوریوں سے زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ گھر کے باہر گذارتا ہے یا گھری پر ہوتا ہے لیکن کاروبار سے بچوں کی نگہداشت کی فرصت کم ملتی ہے بخلاف ماں کے کہ اس کا اور بچوں کا ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے بچے ہر وقت ماں کی نظروں کے سامنے رہتے ہیں اس کے اخلاق طرز عمل اور طرز کلام کا اثر عموماً بچوں پر پڑتا ہے اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس بنا پر ماں کیلئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ وہ تعلیمیافتہ ہو اور اس تعلیم سے کام بھی لے۔ چار پائے بر و کتابے چند، کا مصداق نہ ہو۔ اس کی زبان میں ستھرائی طبیعت میں نرمی اور ذات پاکیزہ اخلاق سے مزین ہو، ناشایستہ کلمات سے اجتناب کرے اور فحش گوئی سے کوسوں دور بھاگے صفات مذکورہ سے متصف عورت کے ساتھ خندہ پیشانی سے اور دل کھول کر ملے اور ملنسار طبع واقع ہوئی ہو۔ یہ سب اسلئے ضروری ہے کہ بچوں کی طبیعت بالکل آئینہ جیسی ہوتی ہے کہ جس چیز کی صورت سامنے آئے آئینہ فوراً قبول کر لیتا ہے عام ازیں کہ وہ اچھی ہو یا بری۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ آئینہ کی وہ صورت عارضی ہوتی ہے اس چیز کے سامنے سے غائب ہوتے ہی آئینہ کی تصویر بھی محو ہو جاتی ہے لیکن بچوں کے دل پر جس چیز کا عکس پڑتا ہے دل اسے فوراً قبول کر لیتا ہے اور طبیعت میں وہ چیز جم جاتی ہے مٹانے سے مٹ نہیں سکتی بلکہ دیرپا اور دائمی ہوتی ہے چونکہ ان بھولے اور معصوم بچوں میں بھلے اور برے کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا اسلئے جو چیز ان کے سامنے آتی ہے خواہ وہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو اسے فوراً دل میں جگہ دے لیتے ہیں اور ہمیشہ ہمیش کیلئے وہ چیز ان کے دل میں جگہ پکڑ کر رہجاتی ہے۔ اس صورت میں ہر کام کے آغاز سے پہلے ماں کو یہ خیال کر لینا چاہئیے کہ جو کام میں کرنا چاہتی ہوں وہ میرا کام ہی نہیں بلکہ درحقیقت اس میں بچوں کی تعلیم بھی ہے اب جس کام کے کرنیکا وہ ارادہ کر رہی ہے اگر مستحسن اور اچھا ہے تو بلا جھجک بلا تامل کر ڈالے بچوں کے حق میں بجز بھلائی کے مضر نہیں ہو سکتا اور اگر کسی معیوب اور برے کام کا قصد کر رہی ہے ہی تو سوچ لے کہ بچے بھی اس کی نقل اتارینگے اسکے بعد اسکا اثر ان معصوم اور کچی کلیوں پر کیا ہو گا؟ اب اسے اختیار ہے خواہ رک جائے یا کر گذرے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مائیں اور بہنیں بیٹے کے پیار اور بیٹی کے دلار میں آکر کہہ بیٹھتی ہیں کہ بھیا انھیں گالی دیدو، یا انھیں ماردو یا اسی قسم کی بہت سی بری چیزیں سکھلا دیتی ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کر ڈالے تو اس میں شک نہیں کہ وہ بھولے پن کا مجسمہ اور معصوم بچہ جسے ابتک اس کام کے بھلے یا برے ہونے کا احساس نہیں بلکہ تمہارے ہر فرمان پر قربان ہونیکو تیار رہتا ہے اپنی ناعاقبت اندیشی سے بجلی بنکر گر ڈالیگا اور تم اسکی زبان کی شیرینی اور کیف آور اور فرحت بخش آواز سے لطف اندوز بھی ہو لوگی لیکن اس کا ثمرہ آئندہ چلکر زقوم کے پھل سے بھی زیادہ تلخ اور بدمزہ ہوگا جسے تم یقیناً ناپسند کروگی، بلکہ روؤگی، پیٹوگی اور سر دھنوگی۔

یہ بات بھی تجربہ سے خالی نہیں کہ جب بچہ رونے لگتا ہے تو مائیں بلاؤ، ہونڈار یا کسی دوسرے خوفناک جانور کا نام لیکر بچہ کو ڈرایا کرتی ہیں جس سے بچہ پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور فوراً چپ ہو جاتا ہے یہ حرکت بھی بچوں کے حق میں ضرر سے خالی نہیں اس کے دل میں چونکہ مضبوطی اور پختگی نہیں ہوتی اسلئے وہ متاثر ہو جاتا ہے اور دل میں ایک ایسی ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اسکا مستقبل خراب ہو جاتا ہے اور وہ بزدل اور ڈرپوک بنجاتا ہے چپ کرانیکی خاطر اور صورتیں بھی اختیار کی جاتی ہیں مثلاً فوراً دودھ پلانے لگنا یہ بھی طبعاً مضر ہے۔

اس ذراسی توجہ اور احتیاط کے بعد بچے کے لڑکپن کی زندگی بخیر و خوبی ختم ہو جاتی ہے اب وہ احساس اور تمیز کی دوسری دنیا میں قدم رکھتا ہے اور یہی زمانہ اسکی تعلیم کا ہے۔

بچوں کی تعلیم | والدین کو چاہئیے کہ بچوں کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کریں اور ہر ممکن طریقے سے انھیں بہتر سے بہتر تعلیم

دینے کی کوشش کریں اسلئے کہ تعلیم ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ترقی کا معیار بن سکتی ہے ان پڑھ لوگوں کیلئے دنیا تنگ ہے اور انھیں دونوں جہان میں خسارہ ہے تعلیمیافتہ ہی زندگی کی حقیقی لذتیں اور جینے کی صحیح مسرتیں حاصل کرسکتا ہے یہ خصوصیت آمنہ ہی کے لال (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تھی کہ جنھوں نے امی ہو کر بڑے بڑے علم دانوں کو گمراہی اور ضلالت کے عمیق ترین غار سے نکالا اب سطح گیتی اور صفحۂ آفاق پر کوئی ماں ایسا خوش قسمت رشک ملائک بچہ نہیں جن سکتی۔

بچوں کیلئے ایسا لائق اور معلم اور استاد تجویز کرنا چاہئے جو تعلیم بھی دے اور تعلیم کا شوق اور اسکی وقعت بھی بٹھادے ان کی دلشکنی نہ کرے بلکہ ہمت بڑھاتا رہے بہت سے لڑکے ایسے بھی ہیں جنھیں تعلیم کا بیحد شوق ہوتا ہے لیکن استادوں کی نادانی اور ان کے طریقۂ تعلیم سے ناواقفیت کی بنا پر لڑکے کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی ہمت پست ہوجاتی ہے تعلیم سے جی چرانے لگتا ہے رفتہ رفتہ وہ دن بھی آتا ہے کہ تعلیم کو چھوڑ چھاڑ کر دوسرے مشغلہ میں لگ جاتا ہے اس طرح وہ اَن پڑھ کا اَن پڑھ رہتا ہے لڑکے کی تعلیم میں تو والدین کو اختیار ہے کہ جب تک خدا انھیں توفیق دے پڑھاتے رہیں البتہ غیر ضروری علم سے بچائیں۔

والدین اگر اس قابل ہیں کہ لڑکی کو تعلیم خود دے سکیں تو پھر اسے بھی جب تک چاہیں خود پڑھاتے رہیں اور اگر مدرسے میں پڑھاتا ہے تو بلوغت سے پہلے پہلے تعلیم بند کردینی چاہئے خواہ معلم مرد ہو یا عورت اسلئے کہ اسکے نتائج برے ہوتے ہیں خواہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ برتی جائے لڑکیوں کی تعلیم ایسے مدرسے میں ہرگز نہ ہونی چاہئے جہاں لڑکے بھی پڑھتے ہوں والدین کو چاہئے کہ بچوں کو بری صحبت سے بچنے کی تلقین کیا کریں اسلئے کہ صحبت کا اثر لازمی ہوتا ہے ایک کتا اگر انسان کی صحبت اختیار کرلے تو انسان بن سکتا ہے لیکن ایک انسان بری صحبت میں ہو کر انسان نہیں رہ سکتا ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند ✦ پئے نیکاں گرفت مردم شد

لڑکے اور لڑکی دونوں کیلئے ورزش صحت کے اعتبار سے نہایت ضروری چیز ہے اس سے تندرستی قائم رہتی ہے اور جسم میں خون بڑھتا ہے اعضاء مضبوط ہوجاتے ہیں لڑکوں کیلئے ورزش کی بہت سی صورتیں ہیں جو مناسب سمجھیں اختیار کریں رہ گئیں لڑکیاں تو انھیں وہی ورزش اختیار کرنا چاہئے جسے صدیوں پہلے زنان جنت کی سیدہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی لاڈلی اور اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کیا تھا اور نبی کریم نے بطیب خاطر اپنی نور نظر کیلئے پسند فرمایا تھا چنانچہ چکی پیستے پیستے اور گھر کا کاروبار کرتے کرتے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اگر کوئی خاتون عار سمجھکر یہ کہے کہ آپؓ کی طرح غریب کوئی نہ تھا تو میرا یہ کہنا یقیناً بجا ہوگا کہ آپؓ کی طرح کوئی امیر بھی نہیں ہوسکتا۔ خدا جانے انسان کو آئندہ زندگی میں کیا واقعات پیش آئیں گے اسلئے محنت ومشقت اور ہر قسم کے کام وکاج کا عادی بنانا چاہئے

تعلیمی سلسلہ میں اس امر کی بھی کوشش ہونی چاہئے کہ لڑکے خارجی اوقات میں جس سے کہ تعلیم میں ہرج نہو دستکاری بھی سیکھ لیں اسلئے کہ تعلیم کے بعد انسان ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے کہ مابقی عمر کا پروگرام بنانا مشکل ہوجاتا ہے اور اس کے سامنے اس شعر کا مضمون باربار پھرتا ہے ؎

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کماکر + کھوئے گئے اور تعلیم پاکر

اگر وہ دستکاری جانتا ہے یا اس کے ہاتھ میں کوئی گن ہے تو پھر دوسروں کا دست نگر نہیں رہتا بلکہ اپنے بازو سے اپنی مشکلیں خود حل کر لیتا ہے فتح و کامرانی اس کے گلے کا ہار اور دنیا اسکی تابعدار بن جاتی ہے۔

شادی زمانۂ تعلیم کے بعد شادی کا دور شروع ہوتا ہے صغر سنی میں شادی کر دینا ایک حد تک مفید نہیں ہوتا ؎

علم آموز آں گہے زن کن گر توئی طالب نصاب علوم
زانکہ اندیشۂ مصالح زن باز دارد ز اکتساب علوم

شادی اپنی ہی لبتی یا شہر میں کرنی چاہیئے یا باہر اس کے متعلق کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی بسا اوقات پہلی صورت بہتر ہوتی ہے اور کبھی دوسری۔ والدین اس مصلحت کو دوسروں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔

شادی لڑکوں اور لڑکیوں کے حق میں والدین کی عدالت کا ایک ایسا دائمی اور قطعی فیصلہ ہوتا ہے جسکی اپیل دوبارہ کسی دوسری عدالت میں نہیں کی جاسکتی شادی چونکہ بچوں کے ہاتھ کا کھلونا نہیں کہ جب چاہا بنا دیا اور جب چاہا بگاڑ دیا بلکہ زندگی شادی سے بنتی اور بگڑتی ہے اسلئے چاہیئے کہ شادی میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کریں شادی کے متعلق آجکل ایسے معیار قائم کرلئے گئے ہیں جس سے بجز لڑکوں اور لڑکیوں کی بربادی کے اور کوئی بہتر نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً والدین کی نظر اولاً مال اور دولت جیسی فانی چیز پر ہوتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ کسی رئیس گھرانے سے رشتہ جوڑیں حالانکہ اس کے نتائج ایسے حیا سوز ہوتے ہیں کہ بجز زندگی بھر افسوس کرنے اور کچھ نہیں بن پڑتی ادھر لڑکوں اور لڑکیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ رات دن خون کے آنسو روتے ہیں۔

اس اہم معاملہ میں سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ دونوں کے تناسب طبع اور عمر کا لحاظ ہونا چاہیئے۔ یہ چیز بھی مدنظر رکھنی چاہئیں کہ صرف اپنی ہی مبارک رائے پر فیصلہ کی مہر نہ لگائیں بلکہ ان کے خیال کو بھی معلوم کرلیں جنھیں یہ کشتیِ حیات کھینی ہے۔ اکثر شادیوں میں یہی ہوتا ہے کہ والدین اپنے معیار کے مطابق شادی کر دیتے ہیں حالانکہ ان دونوں کی عمر میں کوئی تناسب نہیں ہوتا۔ یہ ان کی طبیعت کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان پر ظلم ہے اس سے اچھے سے اچھا گھر فتنہ و فساد کا مرکز بن جاتا ہے شادیوں میں ایسی بہت سی مثالیں آپ کو ملیں گی کہ میاں آٹھ سال کے ہیں تو بیوی سولہ سال کی۔ بھلا بتائیے کہ اس شادی سے کیا نتیجہ؟ والدین نے تو سمجھا کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا لیکن اس بے زبان کا کیا حشر ہوا؟ جو نہ جینے میں ہے اور نہ مرنے میں۔ پس ان معاملات میں بہت زیادہ احتیاط اور سوچ سمجھکر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بسم اللہ نہ غلط ہونے پائے ورنہ اس کی کشتی حیات نادانی کے بھنور میں غرق ہو کر رہ جائیگی۔ شادی دو روحوں کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوتا ہے اسلئے دیکھ بھال کر اقدام کرنا چاہیئے

اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے

آمین